جلد ۱۵ تبوک ۱۳۵۳ ھش شمارہ ۹

ستمبر ۱۹۷۴ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۵۳ ہش

شعبان ۱۳۹۴ ہجری ستمبر ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

قیمت سالانہ
آٹھ روپے

فی پرچہ
پچھتر پیسے

فہرست مضامین

ناشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارہ ۹	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	جلد ۱۵

اخاء ۱۳۵۳ ہش

۱

ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ

رجب کا مہینہ تھا۔ نو ہجری کا سال تھا۔ سخت گرمیوں کا موسم تھا۔ اس سے پچھلے سال بھی فصل اچھی نہ ہوئی تھی۔ کھجوریں کم اتریں تھیں۔ لہٰذا یہ سال سخت تنگی کا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ شام کی طرف مشرکوں اور عیسائیوں کا بہت بڑا لشکر اکٹھا ہو رہا ہے۔ جو مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے حضور نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا اور لشکر کی تیاری کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے دیئے۔ جس پر حضور نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ عثمان سے راضی ہو جائیے۔ میں بھی اس سے راضی ہوں۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ عباسؓ اور طلحہؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار کر لشکر کی تیاری کے لئے پیش کر دیئے۔ اور اسی موقعہ پر حضرت عمرؓ آدھا مال لے آئے تھے۔ کہ اس بار انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے بڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ابو بکرؓ نے تو تمام مال رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ اور جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابو بکر گھر میں کیا چھوڑ آئے۔ تو عرض کی اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا پیارا اور نادر جواب دیا۔ کتنی گہرائی اور خدائیت ہے اس جواب میں۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ جب خدا اور اس کا رسول گھر میں ہوں۔ پھر کسی اور چیز کی ضرورت کیا ہے

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

بہرحال تیس ہزار صحابہ کے ساتھ حضور شام کی طرف روانہ ہوئے۔ تبوک میں جاکر پڑاؤ کیا۔ بیس دن حضور نے یہاں قیام فرمایا تھا۔ مدینہ میں قریباً ۲½ ماہ بعد آپ کی واپسی ہوئی۔ دشمن کو مقابلہ پر آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی اور مورخین نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ دشمنوں کی ایک چال تھی کہ مسلمانوں کو باہر نکال کر رومیوں سے مقابلہ کروا دیا جائے۔ لیکن منصوبے میں ناکام رہے۔ اسی موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنا قائمقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بنایا تھا۔ اور جب حضرت علیؓ نے شکوہ فرمایا تھا کہ حضور مجھے بچوں بوڑھوں اور نفاق میں ملوث افراد میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو حضورؐ نے اس موقعہ پر فرمایا تھا۔

اما ترضیٰ اَنْ تکونَ منّی بمنزلۃِ ھارُونَ مِنْ موسیٰ اِلّا انّہ
لَا نبیّ بعدی

کہ علیؓ تو میرا اسی طرح قائم مقام ہے۔ جیسے ہارون موسےٰ کے بعد تھے۔ لیکن تو میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔

مجھے آج اس غزوہ کے حالات میں حضرت ابوخیثمہ انصاری کا واقعہ بیان کرنا مقصود ہے۔ ابوخیثمہ کے نام کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اس کا نام مالک بن قیس لکھا ہے جبکہ اسد الغابہ میں ان کی کنیت میں بھی اختلاف ہے اور نام میں بھی۔ ان کی کنیت ابوخیثمہ بھی درج ہے اور ابن ابی سبرۃ بھی اور نام عبداللہ اور عبدالرحمن لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو اسد الغابہ جلد ۳ ص۱۹۱ و ص۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ طہران) یہ انصار کے مشہور قبیلہ خزرج کی بنی سالم شاخ میں سے تھے۔ جب حضورؐ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو گھر داخل ہونے سے پہلے پتہ چل گیا کہ حضورؐ تبوک تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ ہر ایک نے چھڑکاؤ وغیرہ کر کے جھونپڑیاں ٹھنڈی کر رکھی تھیں۔ پانی بھی ٹھنڈا کیا تھا۔ کھانا بھی تیار تھا۔ ابوخیثمہؓ آئے۔ جھونپڑے کے دروازے پر کھڑے ہوئے اپنی بیویوں پر اور اس تیاری پر نگاہ ڈالی تو کہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الضّح والرّیح والحرّ وابوخیثمۃ
فی ظلٍّ باردٍ وطعامٍ مھیأٍ وامراۃٍ حسناء فی مالہ مقیم ما ھذا
بالنّصف۔ (ابن ہشام جزو رابع ص۱۶۲ مطبوعہ مکتبہ محمد علی مصر)

خدا کا رسولؐ اللہ کی اس پر رحمتیں اور سلامتی ہو۔ دھوپ، ہوا اور لُو میں ہو اور ابوخیثمہؓ ٹھنڈے سایہ میں ہو، کھانا تیار ہو، حسین وجمیل عورت ہو اور اپنے مال میں ٹھہرے۔ یہ

انصاف نہیں"۔

پھر بیویوں کو مخاطب ہو کر کہا۔

واللہِ لَا ادخل عریش واحدۃٍ منکما حتی الحق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھیئا لی زاداً

خدا کی قسم میں تم میں سے کسی کے جھونپڑے میں داخل نہیں ہونگا۔ یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مل لوں۔ تم کھانا تیار کردو۔

زاد راہ لیا اور اس کے ساتھ تبوک کو روانہ ہو گئے۔ اس وقت اکیلے دور دراز کا سفر کرنا بھی کتنا دشوار تھا۔ راستہ میں ایک اور صحابی عمیرؓ بن وہب جمحی مل گئے۔ حضور تبوک میں قیام پذیر تھے صحابہؓ نے دیکھا دور سے غبار اٹھ رہا ہے کوئی سانڈنی سوار ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا خدا کرے یہ ابوخیثمہؓ ہی ہو۔ سوار اب نظر آرہا تھا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ" خدا کی قسم یہ ابوخیثمہؓ ہی ہے" سواری بٹھائی اور ابوخیثمہؓ سیدھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سلام عرض کی۔ حضور نے فرمایا تیرا آنا بہتر ہو۔ پھر اس نے حالات عرض کئے تو حضورؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔

اسی واقعہ کی تصویر جو ابوخیثمہؓ نے اشعار میں کھینچی ہے وہ ابن ہشام سے نقل کرتا ہوں۔

لمّا رأیت النّاسَ فی الدّین نافقوا ؞ اتیت التی کانت اعفّ واکرما
وبایَعتُ بالیمنیٰ یدی لمحمّد ؞ فلَمْ اکتَسِبْ اثماً ولَمْ اغشَ محرما
ترکتُ خضیباً فی العریش وصرمۃ ؞ صفایا کراماً بُسْرُھا قد تحمّما
وکنتَ اذا شکّ المنافقُ اَسْمَحَتْ ؞ اِلی الدّین نفسِی شَطْرَہُ حیثُ یمّما

(ابن ہشام جزرابع صہ۹۴۵)

ترجمہ۔ جب میں نے دیکھا کہ لوگ دین میں منافقت کر رہے ہیں۔ تو میں نے وہ طریق اختیار کیا جو زیادہ پاکیزہ اور زیادہ بہتر تھا۔ میں نے دائیں ہاتھ کو محمدؐ کے ہاتھ میں دے کر بیعت کرلی۔ اور پھر اس کے بعد نہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا نہ فعل حرام کا میں مرتکب ہوا۔ میں نے جھونپڑے میں مہندی والی کو چھوڑا۔ اور منتخب معزز خاتون سے جدا ہوا۔ جن کا شباب بھرپور تھا۔ اور جب منافقوں نے شک کیا تو میرے نفس نے دین کی اس جانب مجھے مائل کیا جدھر اس نے قصد کیا۔

اگر خدا نے نبی افضل الانبیاء سب نبیوں کا سردار بھیجا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے سرورِ کونین کو جماعت بھی

وہ عطا فرمائی جو عشق و وفا، اخلاص و فدائیت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ اللہ نے قلوب پر نگاہ ڈالی سب سے بہتر دل کو اپنے نبی کے طور پر چن لیا۔ پھر جو بہتر دل تھے ان کو اسکے انصار اور اعوان کے طور پر چن لیا۔

اللہ! اللہ!! گرم ملک عرب میں کوئی سفر سے آئے۔ ٹھنڈا پانی اور گھنیرا سایہ بھی دیکھے منتظر ہو یاں چشم براہ ہوں لیکن ابو خیثمہؓ گھر میں قدم نہ رکھے کہ میرا محبوب گرمی میں ہو۔ اور میں گھر میں سایہ میں بیٹھ جاؤں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہی حضرت عثمانؓ بن عفان کا عمل تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب مکہ والوں نے انہیں پیشکش کی کہ تم بے شک خانہ کعبہ کا طواف کر لو۔ تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ خدا کا رسول طواف سے روک دیا جائے اور عثمانؓ طواف کرے۔ اور یہی عمل ایک ایسے عاشق کا تھا جس کی نظر چہرہ مبارک پر پڑی بھی نہیں تھی۔ میری مراد قرن کے دیوانے اویسؓ سے ہے۔ جس نے جب یہ سنا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک اُحد میں شہید ہوگئے ہیں۔ تو اپنے دانت نکال دیئے کہ میرے آقا کے دانت شہید ہو جائیں اور میرے منہ میں دانت رہ جائیں۔

خدا کی رحمتیں ہوں اویسؓ پر عثمانؓ پر اور ابو خیثمہؓ پر ——— یہ تھے آپ کے اسلاف رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

(۲)

اگر قلم سر نہ کٹوائی

چند دن ہوئے ایک پنجابی شاعر کا کلام سنا جس کے ایک مصرعہ کا مفہوم یہ تھا کہ اگر قلم سر نہ کٹائے تو کوئی سُر نہ دے۔ خدا جانے شاعر کا مفہوم کیا ہے۔ لیکن مجھے اس میں بڑا لطیف مفہوم معلوم ہوا۔ اور وہ یہ کہ اگر شاعر و ادیب اپنے قلم کو حرکت میں نہ لائیں اور ان کا قلم سر کٹا کر لکھنے کے قابل نہ ہو۔ اگر قلم متحرک نہ بنے۔ تو لوگ سر نہ کٹائیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اگر سر دینے والے۔ اگر عشق و وفا کا جذبہ رکھنے والے سر نہ کٹائیں تو قلم کی روانی اور تحریر میں بھی چاشنی نہ آئے۔ انسؓ بن نضر۔ سعدؓ بن ربیع نے اُحد کے میدان میں اپنے خون سے گلکاری کی تو اسلام کی تاریخ لکھی گئی۔ سمیہؓ نے بے بسی سے جان دے دی بلالؓ نے گرم ریت پر کوڑے کھا کر اَحَدٌ اَحَدٌ کا نعرہ بلند کیا۔ خبابؓ دہکتے کوئلوں پر لیٹ گئے لیکن دین سے برگشتہ نہ ہوئے۔ خبیبؓ بن عدی نے اشعار پڑھتے ہوئے مقتل میں گردن کٹوا دی۔ تب خطیب اور انشاء پرداز نے

دل کے خون میں اپنی قلم ڈبوئی اور اس کی تحریر میں چاشنی آئی۔ یہ لوگ تاریخ ساز ہوتے ہیں۔ عشق کی نفیری پہ رقص کرتے ہیں۔ جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں ندا آتی ہے۔ سر بدہ۔ سر بدہ۔ سر بدہ۔ سر دے سر دے اور یہ کوئے یار کی طرف سر دینے کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا خوب فرمایا خدا اور رسول کے عاشق نے ؎

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشق زند منم

اگر تیرے کوچہ میں عاشقوں کے سر قلم کئے جائیں تو سب سے پہلا شخص جو عشق کا نعرہ لگائے گا اور سر کٹوانے آئے گا میں ہوں گا

ایک دوسری جگہ یوں فرمایا ہے

تیغ گر بارد کوئے آں نگار ÷ آں منم کاوّل کند جاں نثار

آپ اپنے ایک اور شعر میں فرماتے ہیں ؎

کس بہر کسے سر نہ دہد جاں نفشاند ÷ عشق است کہ کار بصد شوق کناند

کوئی کسی کی خاطر سر نہیں دیتا جان قربان نہیں کرتا۔ عشق ہے جو یہ کام بصد شوق کرتا ہے۔

اور خدا کے عشق کا دم بھرنے والے تو ہر زمانہ میں ستائے گئے۔ میرے پیارے آقا سردار دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا قصور تھا جب آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر ظالموں نے گلا گھونٹا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہی کہا تھا کہ اس کا قصور صرف یہ ہے کہ یہ کہتا ہے میرا پروردگار وہ اللہ ہے۔ امام بخاری کا کیا قصور تھا کہ محسن امت کو یہ دعا کرنا پڑی کہ اے پروردگار تیری زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے مجھے اٹھا لے۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور ابن تیمیہؒ کا کیا قصور تھا کہ جیل میں ڈال دیئے گئے۔ پشت کوڑوں سے لہولہان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ رضائے الٰہی اس کے بغیر حاصل ہو جائے گی

وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَ
الضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى
نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝　(البقرہ آیت ۲۱۵)

اور تم پر ابھی ان لوگوں کی حالت وارد نہیں ہوئی جنہیں بڑی بڑی تکالیف اور جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھیوں نے کہا خدایا تیری مدد کب آئے گی۔ سنو خدا کی مدد قریب ہے۔

کیا مسیح ناصری نے تکالیف میں یہ نہیں کہا تھا۔ پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں۔ لومڑوں کے لئے بھٹ لیکن

ابن آدم کے لیے سر چھپانے کو جگہ نہیں۔

پس عشق کا جب بھی کسی نے نعرہ لگایا اس کی آزمائش ضرور ہوئی اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو شاعروں کو اور ادیبوں کو مواد پیش کرتے ہیں۔ ان کی جلائی ہوئی شمع سے وہ اپنے دیئے روشن کرتے ہیں۔ یہ اپنے خون سے اقوام کی تاریخ لکھتے ہیں۔ ان کا خون غازہ بنتا ہے قوموں کے چہروں کا۔ کیا خوب فرمایا اس حقیقت کو پہچاننے والے نے سے

هر زمانے قتیلِ تازه بخواست ✼ غازهٔ روئے او دمِ شہداست

ہر زمانے میں ایک نیا مقتول پیدا ہوتا ہے۔ اسکے چہرہ کا غازہ شہیدوں کا خون ہوتا ہے۔

پس عشق و وفا کے کھیت خون سے ہی سینچے جایا کرتے ہیں، او رخدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ان عشاق باوفا پر جن کے خون سے ایمان کے درخت پنپے۔ جو جولانی بخشتے ہیں ادیب کی قلم کو جن کے کارناموں سے قلم کو زندگی ملتی ہے۔ وہ سر نہ کٹوائیں وہ خون نہ دیں تو قلم کیا لکھے۔ وہ کٹنے پر آمادہ ہی پھر کیوں ہو۔ سے

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقامِ شاں ✼ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ شاں

هرگز نمیرد آنکہ دلش زنده شد بعشق ✼ میر دکسے کہ نیست مرامش مرامِ شاں

وہ لوگ جن کا گزر محبوب کے کوچہ میں ہوتا ہے۔ دنیا کے جریدہ پر ان کی شان ہی ثبت ہوتی ہے۔ وہ نہیں مرا جس کا دل عشق سے زندہ ہوا۔ وہ مرتا ہے کہ جس کا مقصد ان کے مقصد کے مطابق نہیں۔

(۳)

ہر شخص مسئول ہے

سیدنا و امامنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

اے مسلمانوں تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

باپ راعی ہے ماں راعیہ ہے۔ استاد راعی ہے۔ کلاس کا مانیٹر راعی ہے۔ برادری کا چوہدری راعی ہے۔ گاؤں کا نمبردار راعی ہے۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی دائرہ عمل ہے وہ اس پر نگران ہے۔ اور قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا۔ وہ تیرے ہاتھ کے نیچے رہنے والے ایسا کرتے تھے۔ کیا تو نے انہیں روکا۔

مسند احمد بن حنبل کی پہلی حدیث ہے۔ حضرت ابوبکرؓ راوی ہے کہ جب لوگ کسی کو برائی میں ملوث پائیں اور آ

منع نہ کریں تو ہو سکتا ہے اللہ کا عذاب ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔

مسلمان کا منصب قرآن نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر بیان کیا ہے یعنی نیکی کی تلقین کرنے والا اور بُرائی سے روکنے والا۔ ہاں بُرائی سے منع کرنے کے لئے طریق خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیئے کہ مناسب طور پر نرمی سے محبت سے اور نفرت دلانے کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔ پس اگر باپ لڑکے کو کسی بُرے کام سے منع کرتا ہے اور مناسب اصلاح کرتا ہے تو وہ حکومت کے کام میں مداخلت نہیں کرتا۔ وہ ریاست اندر ریاست قائم نہیں کرتا۔ اگر شفیق استاد طالب علم کو بُرے کام سے منع کرتا ہے سرزنش کرتا ہے تو وہ نظام کی مدد کرتا ہے وہ حکومت کا ہاتھ بٹاتا ہے نہ کہ ریاست اندر ریاست کا مرتکب ہوتا ہے۔ اگر دو لڑنے والوں کو سمجھا بجھا کر صلح کروادی جاتی ہے اور مقدمہ بازی سے وہ بچ جاتے ہیں تو ایسا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے نہ کہ کسی سزا کا۔ اگر کوئی برادری یہ فیصلہ کرتی ہے کہ لڑکی کے جہیز کی نمائش نہیں کی جائے گی۔ یا جہیز اتنی مالیت سے زیادہ نہیں دیا جائے گا اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا۔ برادری اس کی شادی میں شریک نہیں ہوگی۔ تو کیا ایسا کرنے والے حکومت کے نظام میں دخل دے رہے ہوں گے یا حکومت کا ہاتھ بٹا رہے ہوں گے۔ اگر ہم شہر کی دیواروں سے مبتذل فحش اشتہارات صاف کردیں۔ یا دیواروں پر اچھے قطعات لکھ دیں تو شہر کی فضا کو پاک کرنے کا موجب ہوں گے۔ اگر ہم کسی ریڈیو اونچا بجانے والے کو یہ سمجھائیں کہ بھئی تمہارے پڑوس میں فلاں پڑھ رہا ہے اس کا امتحان سر پر ہے یا تمہارے گھر کے پاس فلاں بڈھا بیمار ہے تم اس کو آہستہ کردو تو ہم اس کی آزادی میں مخل نہیں ہو رہے۔ بے شک ہر شخص آزاد ہے لیکن جب اس کی آزادی دوسروں کی آزادی میں مخل ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے دائرہ عمل سے باہر نکل رہا ہے۔ ایسے شخص کو اگر کوئی سمجھاتا ہے تو وہ حکومت کے اندر حکومت نہیں بناتا۔ اگر چند طالب علم مل کر کچھ پیسے جمع کرکے غریب طالب علم کو کتابیں لے دیتے ہیں تو وہ کسی درسی ادارہ کے نظام میں دخل نہیں دیتے۔

ریاست اندر ریاست کا مرتکب تو وہ ہوتا ہے جو حکومت کے قانون کو معطل یا منسوخ کرکے اپنا قانون جاری کرتا ہے یا حکومت کے قانون کی مخالفت کرتا ہے۔ لیکن قانون کے اندر رہتے ہوئے اصلاح معاشرہ کے لئے اگر محبت اور الفت سے کوئی طریق اختیار کیا جاتا ہے تو یہ قانون اور حکومت کی مدد ہے۔ اور خدا اور اس کے رسول کے منشاء کے ماتحت ہے۔ آج تو مصیبت یہ ہے کہ معاشرہ کے فرد اپنی مسئولیت کو بھول گئے ہیں۔ وہ ذمہ داری سے کتراتے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ایسا نامناسب بات کی جاتی ہے اور وہ کہتے ہیں ہمیں کیا۔ اور ہر ذمہ داری حکومت کے کندھوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر

برائی حکومت کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ آخر ہماری بھی کوئی ذمہ داری ہے یا نہیں ـــــ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک مسئول ہے۔ ہاں خدائی فوجدار نہیں ہے۔

وما علینا الا البلاغ وما ارید الا الاصلاح ما استطعت

انگوٹھیوں کے نقوش } ایک مختصر سا نوٹ اس شمارہ میں بھی مطالعہ فرمائیں گے۔ مختلف بزرگوں کی انگوٹھیوں کے نقوش کیا تھے۔

جنگِ اُحد } مارچ ۶۲۴ء مطابق شوال ۳ ہجری مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر اُحد کے میدان میں دوسرا[1] خونریز معرکہ ہوا۔ اس وادی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جس طرح اپنی جانیں نچھاور کیں وہ تاریخ اسلام کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ عرش کے خدا نے انکو یہ خطاب دیا کہ انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ رسول خدا عرش پر امین نام پانے والے نے شہداء اُحد کی قبروں پر فرمایا۔ ان کے ایمانوں کا میں شاہد ہوں۔ اس معرکہ کی تفصیل "اُحد کے دامن میں" مطالعہ کیجئے۔ یہ میری زیر تالیف کتاب کا ایک باب ہے۔ اس کی تکمیل کی خدا سے توفیق چاہتا ہوں۔

ایمان کی علامات } ایمان صرف زبان سے اقرار کا نام نہیں۔ قرآن کا مطالعہ کیجئے۔ ایمان کی علامات کیا ہیں۔ اس کے تقاضے کیا ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن کے آئینے میں اپنے عقائد کے گیسو سنواریں۔ کسی پر فتوے لگانے کی بجائے اپنے ایمان کی فکر کریں۔ حضرت مسیح کے سامنے ایک بار ایک مجرم لایا گیا۔ آپ نے فرمایا پہلا پتھر وہ چلائے جس نے کبھی جرم نہ کیا ہو۔

حسنِ سلوک کے بارے میں اسلامی تعلیم } اسلام آفاقی مذہب ہے۔ وہ ہر اسود و احمر کے لئے ہے۔ وہ ہر ایک سے خیر خواہی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس پر اسلامی تعلیم کے چند قطعے ان عنوان کے تحت درج ہیں۔

قرآن کا ارفع مقام

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ اور باقی سب اس کے ظل تھے۔"

(کشتی نوح)

حدیث الرسول

ما اٰتکم الرسول فخذوہُ

نہ دل میں نقب لگا کر دیکھنا نہ پیٹ پھاڑ کر

قال فقام رجلٌ غائر العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبهة کث اللحية محلوق الراس مشمّر الازار فقال یا رسول اللہ اتق اللہ قال ویلک اولست احق اهل الارض ان یتقی اللہ قال ثم ولی الرجل قال خالد بن الولید یا رسول اللہ الا اضرب عنقه قال لا لعلّه ان یکون یصلّی فقال خالد وکم من مصلّ یقول بلسانه مالیس فی قلبه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انی لم اومر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونهم

(بخاری باب بعث علی ابن ابی طالبٍ علیه السلام و خالد بن الولید رضی اللہ عنه الی الیمن قبل حجة الوداع)

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا حضور کی خدمت میں بھجوایا۔ حضور نے چار صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا ہم ان سے زیادہ مستحق تھے۔ حضور کو یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ جبکہ میں آسمان میں امین قرار دیا گیا ہوں میرے پاس وہاں کی خبریں صبح و شام آتی ہیں۔ ... اس پر ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ رخسارے اور پیشانی اٹھی ہوئی تھی داڑھی اس کی گھنی تھی۔ سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔ دھوتی اوپر بندھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ اے رسول خدا تقوے اختیار کریں۔ حضور نے فرمایا تیرا بُرا ہو۔ کیا میں زمین پر بسنے والے تمام اشخاص سے زیادہ مستحق نہیں کہ تقوے اختیار کروں۔ پھر آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ تو خالد بن ولید نے عرض کی اے رسول خدا کیا میں اس کا سر قلم نہ کر دوں۔ ارشاد ہوا نہ۔ شائد یہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالد نے عرض کی کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دلوں میں سیندھ لگانے کا حکم نہیں اور نہ ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھنے کا حکم ہے۔

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

امیری زہر ــــ شفقت علیٰ خلق اللہ تریاق

"خوب یاد رکھو کہ امیری کیا ہے؟ امیری ایک زہر کھانا ہے۔ اس کے اثر سے وہی بچ سکتا ہے جو شفقت علیٰ خلق اللہ کے تریاق کو استعمال کرے اور تکبر نہ کرے۔ لیکن اگر وہ اس کی دشمنی اور گھمنڈ میں آتا ہے تو نتیجہ ہلاکت ہے۔ ایک پیاسا ہو اور ساتھ کنواں بھی۔ لیکن کمزور ہو اور غریب ہو اور پاس ایک متموّل انسان ہو تو وہ محض اس خیال سے کہ اس کو پانی پلانے سے میری عزّت جاتی رہے گی اس نیکی سے محروم رہ جائے گا۔ اس نخوت کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ نیکی سے محروم رہا۔ اور خدا تعالےٰ کے غضب کے نیچے آیا۔ پھر اس سے کیا فائدہ پہنچا۔ یہ زہر ہوا یا کیا؟ وہ نادان ہے سمجھتا نہیں کہ اس نے زہر کھائی ہے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اپنا اثر کر لیا ہے اور وہ ہلاک کر دے گی۔

یہ بالکل سچی بات ہے کہ بہت سی سعادت غرباء کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے انہیں امیروں کی امیری اور تموّل پر رشک نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ انہیں وہ دولت ملی ہے جو ان کے پاس نہیں۔ ایک غریب آدمی بے جا ظلم۔ تکبر۔ خود پسندی۔ دوسروں کو ایذا پہنچانے۔ اتلافِ حقوق وغیرہ بہت سی برائیوں سے مفت میں بچ جائے گا۔ کیونکہ وہ جھوٹی شیخی اور خود پسندی جو ان باتوں پر اسے مجبور کرتی ہے اس میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مامور اور مرسل آتا ہے تو سب سے پہلے اس کی جماعت میں غرباء داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں تکبر نہیں ہوتا۔ دولتمندوں کو یہی خیال اور فکر رہتا ہے کہ اگر ہم اس کے خادم ہو گئے تو لوگ کہیں گے کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر فلاں کا مرید بن گیا ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ [illegible])

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

اِلٰهِيْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَاحْمِ عِرْضَنَا

اے اللہ ہماری فریاد رسی کر اور ہمیں پانی پلا اور ہماری عزت کی پاسبانی فرما

فَيَا رَبِّ اَصْلِحْ حَالَ اُمَّةِ سَيِّدِيْ
اے رب میرے آقا کی امت کی حالت بہتر فرما
وَعِنْدَكَ هَيِّنٌ عِنْدَنَا مُتَعَسِّرُ
جو ہمارے مشکل وہ تیرے لئے آسان ہے

وَلَيْسَ بِرَاقٍ قَبْلَ اَنْ تَاْخُذَنْ يَدًا
اور تیری دستگیری کے سوا کوئی اوپر نہیں جا سکتا۔
وَلَيْسَ بِسَاقٍ قَبْلَ كَاسٍ تُقَدِّرُ
اور کوئی پانی پلانے والا نہیں جب تک کہ تو جام مقدر نہ کرے

وَقَدْ نُشِرَتْ ذَرَّاتُنَا مِنْ مَصَائِبٍ
اور مصائب کی وجہ سے ہمارے ذرات منتشر کئے گئے ہیں
وَمِتْنَا فَلَا تَذْكُرْ ذُنُوْبًا تَنْظُرُ
اور ہم مر چکے ہیں ہمارے گناہ جو تو دیکھ رہا ہے انہیں یاد نہ کر

وَلَا تُخْرِجَنْ سَيْفًا طَوِيْلًا لِقَتْلِنَا
اور ہمیں قتل کرنے کے لئے بڑی تلوار نہ نکال۔
وَتُبْ وَاعْفُوَنْ يَا رَبِّ قَوْمٍ صُغِّرُوْا
اور نظر کرم فرما اے ان لوگوں کے رب جنہیں ذلیل سمجھا گیا

وَاِنْ تُهْلِكْنَا يَا رَبَّنَا بِذُنُوْبِنَا
اور اے ہمارے رب اگر تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کریگا
فَنَفْنٰى بِمَوْتِ الْخِزْيِ وَالْخَصْمُ يَبْطَرُ
تو ہم ذلت کی موت سے فنا ہو جائینگے اور دشمن فخر کرے گا

وَلَا اَبْرَحُ الْمِضْمَارَ حَتّٰى تُعِيْنَنِيْ
اور میں اس میدان کو نہیں چھوڑونگا جب تک تیری مدد نہ آئے
وَلَا بُدَّ لِيْ اَنْ اُهْلَكَنْ اَوْ اُظْفَرُ
یا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا یا کامیاب ہوں گا۔

وَاِنِّيْ اَرٰى اَنَّ الذُّنُوْبَ كَبِيْرَةٌ
اور یقیناً میں دیکھتا ہوں کہ گناہ بہت بڑے ہیں
وَاَعْرِفُ مَعَهٗ اَنَّ فَضْلَكَ اَكْبَرُ
لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرا فضل اس سے بڑا ہے

اِلٰهِيْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَاحْمِ عِرْضَنَا
بِسُلْطَانِكَ الْاَجْلٰى وَاِنَّكَ اَقْدَرُ
اے اللہ ہماری فریاد رسی فرما اور ہمیں پانی پلا اور ہماری عزتوں کی اپنی نمایاں طاقتوں سے حفاظت فرما یقیناً تو بہت قدرتوں والا ہے

يَئِسْنَا مِنَ الْمَخْلُوْقِ وَانْقَطَعَ الرَّجَا
ہم مخلوق سے مایوس ہو چکے ہیں اور امید منقطع ہو چکی ہے
وَجِئْنَاكَ يَا مَنْ يَعْلَمُ مَا يُضْمَرُ
اے مخفی بھیدوں والے ہم تیرے پاس آئے ہیں۔

(حمامۃ البشریٰ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

احمدِ آخر زماں کز نورِ اُو

اُس آخر زماں کے نور سے

احمدِ آخر زماں کز نور او
اِس احمدِ آخر زماں کے نور سے

شُد دل مردم زخور تاباں ترے
لوگوں کے دل آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئے

از بنی آدم فزوں تر در جمال
وہ تمام بنی آدم سے بڑھ کر صاحب جمال ہے

وز لآلی پاک تر در گوہرے
اور آب و تاب میں موتیوں سے بڑھ کر چمکدار ہے

بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ
اس کے لبوں پر حکمت کا چشمہ رواں ہے۔

در دلش پُر از معارف کوثرے
اور اس کا دل معارف کے کوثر سے لبریز ہے

بہر حق داماں زغیرش بر فشاند
خدا کے لیئے اس نے ہر وجود سے اپنا دامن جھاڑ دیا

ثانئے او نیست در بحر و برے
بحر و بر میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

آں چراغش داد حق کش تا ابد
حق نے اس کو چراغ عطا فرمایا ہے کہ تا ابد

نے خطر نے غم ز بادِ صرصرے
اس چراغ کو تند ہوا سے کوئی خطرہ نہیں

پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل
وہ خدائے جلیل کی درگاہ کا پہلوان ہے۔

بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
اور اس نے بڑی شان سے کمر میں خنجر باندھ رکھا ہے

تیرِ او تیزی بہر میداں نمود
اس کے تیر نے ہر میدان میں تیزی دکھائی ہے

تیغ او ہر جا نمودہ جوہرے
اور اُس کی تلوار نے ہر جگہ اپنا جوہر ظاہر کیا ہے

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں
اس نے دنیا پر بُتوں کا عجز ثابت کر دیا۔

وانمودہ زورِ آں یک قادرے
اور خدائے واحد کی طاقت دکھا دی

تا نماند بے خبر از زورِ حق
بُت ستا و بُت پرست و بُت گرے

تا خدا کی طاقت سے بُت کی ستائش کرنے والا بُت پرست اور بُت گر بے خبر نہ رہے

انگوٹھیوں کے نقوش

۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا گیا کہ ان حکمرانوں کا دستور ہے کہ وہ مہر شدہ خط کے علاوہ کسی اور خط کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ چنانچہ آپ نے خطوط پر مُہر کی غرض سے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ کندہ کروایا۔ سب سے اوپر لفظ اللہ تھا۔ اس کے نیچے رسول اور اس کے نیچے لفظ محمد۔ لیکن یہ الٹے کندہ کئے گئے تھے۔ تا جب خط پر مُہر لگے تو مہر میں لفظ سیدھے ہوں۔ حضور اس انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنتے اور چھنگلی میں پہنتے۔ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔ حضور کی دیکھا دیکھی دوسرے صحابہؓ نے بھی انگوٹھیاں بنوائیں اور مختلف دھاتوں کی بنوائیں۔ سونے اور تانبے کی انگوٹھی سے آپؐ نے منع فرمایا۔ سونے کی ممانعت کا سبب یہ بیان فرمایا کہ مرد کے لئے سونا پہننا جائز نہیں اور مرد کو جمال کے لئے سونے کی کیا ضرورت۔ یہ تو عورتوں کا حصہ ہے۔ تانبے سے آپؐ نے اس لئے منع فرمایا کہ بُت تانبے سے بنائے جاتے تھے۔ اور اسلام میں غیر قوم سے مشابہت اختیار کرنا بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ حضورؐ کی یہ انگوٹھی آپؐ کے وصال کے بعد صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ اول کو ملی۔ ان کے وصال کے بعد خلیفۂ ثانی عمرؓ فاروق کو اور ان کے وصال کے بعد حضرت عثمانؓ کو۔ حضرت عثمانؓ ایک دن اریس نامی کنوئیں پر بیٹھے تھے۔ آپ ہاتھ سے انگوٹھی اتارتے تھے اور پہن رہے تھے کہ انگوٹھی کنوئیں میں گر گئی۔ کنوئیں کا ہر کونہ چھان مارا لیکن انگوٹھی نہ ملی۔

حدیث سے مجھے عشرہ مبشرہ میں سے بعض صحابہؓ کی انگوٹھیوں کے نقوش کی عبارت ملی ہے جو درج ہے۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ کی انگوٹھی کے نقش کا مفہوم یہ تھا۔ "خدائے بزرگ و عظیم کا حقیر غلام"

(۲) حضرت عمرؓ کی انگوٹھی کا نقش } کفی بالموت واعظاً یا عمر
عمرؓ موت کافی واعظ ہے۔

(۳) حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی کا نقش } اللّٰھم احینی سعیداً وامتنی شھیداً
خداوند سعید زندگی عطا فرما اور شہادت کی موت

(۴) حضرت ابوعبیدہ بن جراح فاتح شام
کی انگوٹھی کا نقش } الوفاء عزیزٌ
وفا گراں قدر ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں تھیں جن کے نقوش درج ذیل ہیں
(۱) ۱۸۷۶ء میں الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ کیا اللہ اپنے بندے کے کافی نہیں۔
(۲) ۱۸۹۲ء میں غرست لک بیدی رحمتی وقدرتی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے تیرے لئے اپنی رحمت اور قدرت کا نخل بویا۔
(۳) ۱۹۰۶ء میں "مولابس"

ان سب نقوش کی عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرات ان بزرگوں نے دعا یا ماٹو کے طور پر کندہ کروائے تھے تا ہر وقت سامنے رہیں ؛

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انگوٹھیاں آپ کے وصال کے بعد حضرت ام المومنین نے بذریعہ قرعہ آپ کے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیں۔

الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ کی انگوٹھی حضرت مصلح موعودؓ کے حصہ میں آئی جو آپ کی وصیت کے بموجب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کے پاس ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک روز فرمایا اس انگوٹھی کا نگینہ ایک بار حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں گم گیا تھا۔ بسیار تلاش کے بعد حضور کی کوٹ کی جیب سے مل گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے وفات سے قبل یہ انگوٹھی حضرت ام متین کو دے دی تھی کہ میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہو اسے دے دینا۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے حصہ میں دوسری انگوٹھی آئی۔ جو اب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے پاس ہے۔ اور تیسری انگوٹھی حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بعد آپ کے بڑے لڑکے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے پاس ہے جس کا نقش مولابس ہے ؛

اُحد کے دامن میں

اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُحد سے (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم)

جنگِ بدر کے نتیجہ میں کفر کا غرور خاک میں مل گیا۔ کفارِ قریش کی بڑی رسوائی ہوئی۔ مکہ کے گھر گھر سے بین کی آوازیں آنے لگیں۔ ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ خدائی تقدیر کی انگلی دیکھتے وہ نوشتۂ دیوار پڑھتے انہوں نے انتقام کی ٹھان لی۔ اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور جنگی تیاریاں زور شور سے شروع کر دیں اور قسمیں کھائیں کہ اس شکست کا بدلہ ضرور لیں گے۔

کفار کی جنگی طاقت

چنانچہ پوری تیاری سے اگلے سال یعنی ۳ ہجری کو شوال کے مہینہ میں کفارِ قریش کا ایک جرار لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ لشکر تین ہزار کا تھا۔ اس میں سات سو زرہ پوش تھے تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ لشکر کے ساتھ ان کی مستورات بھی تھیں جو دفیں بجا بجا کر گا گا کر مسلمانوں کے خلاف جوش دلا رہی تھیں۔

قریش کا لشکر دس گیارہ دن کے سفر کے بعد اُحد پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہو گیا۔ یہاں مدینہ کی چراگاہ بھی تھی۔ قریش نے آتے ہی پہلے اس پر حملہ کر کے تباہی مچائی۔ یہ جمعرات کا دن تھا حضور اور اہلِ مدینہ کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو یہ رات مدینہ میں سخت تشویش کی رات تھی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے ساری رات حضور کے مکان کا پہرہ دیا۔ صبح جمعہ کے دن حضور نے صحابہ کو مشورہ کیلئے طلب کیا

حضور کا رؤیا اور اس کی تعبیر: مشورہ سے قبل حضور نے فرمایا آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میری تلوار کا سرا ٹوٹ گیا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک گائے ہے جو ذبح کی جا رہی ہے۔ اور فرمایا میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ایک ہاتھ مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے۔ ہم نے عرض کی حضور! اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تلوار ٹوٹنے سے مراد میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت ہے یا خود مجھے کوئی تکلیف پہنچے۔ گائے کے ذبح ہونے سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کی شہادت ہے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ لڑائی کے لئے مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا زیادہ مناسب ہوگا۔

کے بعد آپ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا تو معمّر اور تجربہ کار صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر قلعہ بند ہوکر ہمیں لڑنا چاہیئے لیکن نوجوان صحابہ نے جوشِ شہادت اور خدمت کے جذبہ کی وجہ سے یہ رائے دی کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اس رائے پر اس قدر اصرار کیا کہ حضور نے ان کی رائے کو مان لیا۔ اور فرمایا ہم باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ اس کے بعد حضور اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ عمامہ باندھا اور ہتھیار لگاکر باہر تشریف لے آئے۔ اس عرصہ میں نوجوانوں کو بزرگوں نے سمجھایا اور انہیں ان کی غلط رائے کا احساس دلایا۔ تو اب انہوں نے عرض کیا۔ حضور ہم سے غلطی ہوئی۔ ہم نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ حضور جس طرح مناسب خیال فرمائیں اسی طرح کارروائی فرمائیں۔ اسی میں برکت ہے۔ حضور نے فرمایا خدا کے نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ ہتھیار لگا کر پھر اتار دے۔ اب اللہ کا نام لیکر چلو۔

کم عمر نوجوانوں کا جذبۂ جہاد:

اُحد مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب لشکر تقریباً ڈیڑھ میل مدینہ سے باہر آگیا تو آپ نے اس کا جائزہ لیا اور بچوں کو واپس کردیا۔ ایک کم عمر صحابی رافع کی طرف دیکھا تو اگرچہ یہ بھی کم عمر تھے لیکن اکڑ کر سیدھے کھڑے ہوگئے کہ بڑے معلوم ہوں۔ چنانچہ ان کا یہ داؤ چل گیا۔ اور انہیں شمولیت کی اجازت مل گئی۔ اس پر ایک اور کم عمر نوجوان سمرہؓ بن جندب جسے واپس ہونے کا ارشاد ہوا تھا کہنے لگا حضور میں رافعؓ سے طاقتور ہوں۔ بے شک کشتی لڑا کر دیکھ لیں۔ اسے آپ نے اجازت دی ہے۔ اور مجھے واپسی کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ دونوں کی کشتی ہوئی۔ سمرہؓ نے رافعؓ کو پچھاڑ لیا۔ چنانچہ اسے بھی اجازت دے دی گئی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سمرہ کے والد بھی شریک تھے۔ سمرہؓ نے انہیں سے شکوہ کیا تھا اور وہی اس کی تجویز کو لے کر حضور کے پاس پہنچے تھے۔ یہ ولولہ اور اخلاص تھا کم عمر نوجوانوں میں بھی۔

حضور نے رات وہیں بسر کی۔ محمد بن مسلمہ نے پچاس آدمیوں کے دستہ کے ساتھ رات بھر پہرہ کی ڈیوٹی دی دوسرے دن ۱۵ شوال ۳ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۶۲۵ء بروز ہفتہ سحری کے وقت اسلامی لشکر آگے بڑھا۔ فجر کی نماز راستہ میں ادا کی۔ اور صبح ہوتے ہی اُحد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس موقعہ پر منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لشکر سے علیحدہ ہوکر مدینہ چلا گیا کہ ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا۔ یہ کوئی جنگ تھوڑی ہے یہ تو خودکشی ہے۔ اب اسلامی لشکر کی تعداد سات سو رہ گئی۔ ان میں سے صرف ایک سو زرہ پوش تھے۔ اور صرف دو گھوڑے تھے۔ لیکن ہر شخص متاعِ ایمان رکھتا تھا اور اسلام پر قربان ہونے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ حضور نے آگے بڑھ کر اُحد پہاڑ کو عقب میں لیا تاکہ لشکر پر پچھلی طرف سے حملہ نہ ہوسکے

اور مدینہ سامنے رکھا۔

درّہ کی حفاظت:۔

پہاڑ میں جو درّہ تھا اس میں پچاس آدمیوں کو مقرر فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا تھا دیکھو تم یہاں سے نہ ہٹنا خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم یہ درّہ خالی نہ کرنا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ یہاں تک کہ میں تمہیں حکم دوں۔ اس کے بعد حضور نے لشکر کی صف بندی کی۔ مختلف دستوں کے امیر مقرر فرمائے۔ قریش کا علَم آپ نے مصعبؓ بن عمیر کو عطا فرمایا۔ کفار کے لشکر کا امیر ابوسفیان تھا۔ انہوں نے اپنے دائیں پر خالد بن ولید کو کمانڈر بنایا تھا۔ اور بائیں پر عکرمہ ابن ابی جہل تھا۔ اور عورتیں دف بجا بجا کر اور گا گا کر انہیں مسلمانوں کے خلاف اکسا رہی تھیں۔

هَل من مبارز:۔

عرب کے دستور کے مطابق کفار کے لشکر سے قریش کا علمبردار طلحہ نمودار ہوا اور للکارا کوئی ہے جو میرے مقابل آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگے بڑھے اور دو چار ہاتھ میں طلحہ کو کاٹ کے رکھ دیا۔ اس کے بعد طلحہ کا بھائی عثمان آیا اور مقابلہ کے لئے اسلامی لشکر کو للکارا۔ ادھر سے حضرت حمزہ نکلے۔ سر پر شتر مرغ کے پر کی کلغی لگی ہوئی تھی۔ آتے ہی عثمان کو مار گرایا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی کفر و اسلام باہم ٹکرائے۔

حضور کی تلوار:۔

حضور نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا کئی خواہشمند تھے کہ یہ اعزاز اسے نصیب ہو۔ ابودجانہ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کی میں اس کا حق ادا کروں گا۔ حضور نے تلوار ابودجانہ کو عنایت فرمائی۔ ابودجانہ نے سر پر سرخ پٹکا باندھا تلوار بلند کی اور بھنگڑہ ڈالتے ہوئے آگے بڑھے۔ حضور نے فرمایا خدا کو یہ چال پسند نہیں۔ مگر ایسے موقعہ پر ناپسند نہیں۔ حضرت زبیرؓ حضور کے ہم زلف کہتے ہیں۔ میں نے کہا میں آج دیکھوں گا ابودجانہ اس تلوار کا کیسے حق ادا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے دیکھا ابودجانہ جدھر جاتا تھا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی اس کے سامنے آیا ہو۔ اور وہ بچ کر گیا ہو۔ حتی کہ ایک دفعہ وہ کفار کی صفوں کو چیر کر عقب میں جا نکلا اور ہندہ جو کفار کے لشکر کے سردار ابوسفیان کی بیوی تھی اس کے سر پر ابودجانہ کی تلوار جھکی۔ ہندہ مدد کے لئے چیخی۔ لیکن موت اتنی مہلت کہاں دے سکتی تھی کہ کوئی مدد کو پہنچ سکے۔ لیکن میں نے دیکھا ابودجانہ نے ہاتھ روک لیا۔ میں نے بعد میں پوچھا ابودجانہ یہ تم

نے کیا کیا۔ حضرت ابودجانہؓ نے جواب دیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار تھی۔ میں نے نہ چاہا کہ یہ تلوار کسی عورت کے خون میں نہلائے۔ آپ نے دیکھا جوش کے ساتھ کتنی ہوش بھی تھی۔ زبیر کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ حضور کی تلوار کا حق ابودجانہؓ نے ادا کر دیا۔

ابودجانہ سرخ پٹکا باندھے لڑ رہا تھا حضرت حمزہ شتر مرغ کے پر دل کی کلغی لگائے داد شجاعت دے رہے تھے۔ زبیر شوخ رنگ کی پگڑی باندھے اپنے گھوڑے پر سوار دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس کے عقب میں نکل جاتے۔ پھر حملہ کرتے واپس پلٹتے۔ اس دن ان کے شانے پر گہرا زخم آیا تھا۔ ان کے لڑکے عبداللہ کہتے ہیں جب زخم مندمل ہو گیا تھا وہاں اتنا بڑا گڑھا رہ گیا تھا۔ ہم اس میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ حضرت علی اپنے لمبے اور سفید جھنڈے کے ساتھ ہر جگہ نمایاں تھے۔

کفار کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔

اس دن کفار کے نو علمبردار باری باری مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے لیکن وہ بھی اتنے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے کہ ایک موقعہ پر جب ان کے علمبردار صواب کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور وہ بھی زمین پر جھنڈے کے ساتھ گرا تو پھر اٹھا اور کٹے ہوئے ہاتھوں سے جھنڈے کو سینہ سے لگا لیا۔ اور جھنڈے کو بلند کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس مسلمان نے پھر ایسا وار کیا کہ صواب بھی ختم ہو گیا اور پھر جھنڈا اٹھانے والا کوئی آگے نہ آیا۔ اب مکہ والوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور میدان جنگ کا جائزہ لینے لگے۔

جنگ کا رُخ پلٹ گیا۔

اُدھر درہ میں متعین مسلمانوں نے اپنے امیر سے کہا جنگ ختم ہو گئی۔ اب آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم جا کر مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوں۔ ان کے امیر حضرت عبداللہؓ نے روکا اور حضور کی تاکید کا بھی ذکر کیا۔ لیکن وہ فتح کی خوشی میں دیوانے تھے نہ رکے۔ اُدھر خالد بن ولید جو اس دن کفر کی طرف سے لڑنے آئے تھے انہوں نے دیکھا کہ درہ خالی ہے پانچ سات آدمی ہیں۔ اس نے عکرمہ کو اپنے ساتھ لیا۔ اور دو دستے اکٹھے کر کے درہ پر حملہ آور ہوا۔ درہ کے یہ محافظ اس ریلے کو کیسے روک سکتے تھے۔ یہ ان کو روندتے ہوئے مسلمانوں پر اس طرح اچانک حملہ آور ہوئے کہ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی۔ ادھر کسی نے آواز دے دی کہ کفار کا لشکر دوسری طرف سے حملہ آور ہو گیا ہے۔ کفار کی ایک عورت نے آگے بڑھ کر کفار کا علم زمین سے اٹھا کر بلند کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کفار کا لشکر پھر اکٹھا ہو گیا۔ مسلمانوں کی صفوں میں ایسی کھلبلی مچی کہ وہ اپنی ہی صفوں پر حملہ آور ہونے لگے۔ چنانچہ حذیفہؓ کے والد یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ وہ چلاتے رہے۔ مسلمانو! میرے والد ہیں۔ لیکن ایسی بدحواسی طاری تھی کسی نے سنا ہی نہ جب حذیفہؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو کہا۔

مسلمانو! خدا تم پر رحم کرے۔ بعض مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ مسلمان چاروں طرف سے زغے میں آ گئے۔ حضرت حمزہ رضؓ پر کسی نے گھات لگا کر نیزہ کا وار کیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

صحابہ کی فدائیت :-

اب حضور کے گرد بھی دباؤ بڑھتا جاتا تھا۔ جاں نثار صحابہ حضور کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ ابو طلحہؓ انصاری حضور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور تیر اندازی سے کفار کے لشکر کو پرے دھکیلتا رہا۔ یہ بہت اچھے تیر انداز تھے۔ اس دن انھوں نے تیر اندازی کرتے ہوئے تین کمانیں توڑیں۔

ابو دجانہؓ نے اپنے جسم سے حضور کے جسم کو چھپائے رکھا۔ وہ ہر پتھر اور تیر کو اپنے جسم پر لیتے۔ اور حضور کی حفاظت میں اپنا جسم چھلنی کروالیا۔ ایک موقعہ پر جب ایک کافر تلوار لہراتا ہوا حضور پر حملہ آور ہوا تو طلحہ نے اپنے خالی ہاتھ سے اس کا وار روکا اور اپنا بازو کٹوالیا۔ اُمّ عمّارہ ایک مسلمان عورت تلوار لے کر حضور کے سامنے آ گئی اور دشمنوں کے وار سہتی رہی اور حضور کی حفاظت کرتی رہی۔ اور دشمن پر تلوار سے وار کرتی رہی۔

اسی موقعہ پر جب کفار کی ایک لہر آگے بڑھی تو آپؐ نے فرمایا کون ہے جو اس وقت اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کرے۔ ایک انصاری کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو چھ ساتھیوں سمیت آگے بڑھا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک کر کے اپنی جان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دی۔ ان میں سے ایک زیادؓ بن سکن بھی تھے۔ وہ شدید زخمی تھے کہ انہیں اٹھا کر حضور کے قدموں کے پاس لٹا دیا گیا۔ انہوں نے سر اٹھایا اور کچھ سرک کر اپنے گال حضور کے قدموں پر رکھ دیئے اور اس طرح جان خدا کے سپرد کر دی۔

کافر عتبہ بن ابی وقاص جو سعد بن ابی وقاص کا بھائی تھا۔ اس نے اور دوسرے کفار نے حضور پر پتھر پھینکے جو آپ کے رخسار پر لگے۔ اور خود کی دو کڑیاں آپکے رخسار کے اندر پیوست ہو گئیں۔ اور انہوں نے غلط مشہور کر دیا کہ ہم نے حضور کو قتل کر دیا۔ اس سے بعض صحابہ ہمّت ہار بیٹھے۔ اور میدانِ جنگ سے ایک طرف ہو گئے۔ کہ اب لڑنے سے کیا حاصل۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ میدان کے ایک طرف پتھر پر بیٹھے رو رہے تھے کہ حضرت انسؓ بن نضر جو حضرت انسؓ کے چچا تھے ادھر سے گزرے۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ رو کیوں رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضورؐ شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انسؓ نے جواب دیا پھر بھی رونے کا کیا فائدہ؟ چلو ہم بھی وہیں چلیں جہاں حضورؐ گئے۔ اب زندگی کا کیا لطف۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے۔ راستہ میں سعدؓ ملے تو کہا سعدؓ مجھے اُحد کی طرف سے جنّت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ کہہ کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور شہید ہو گئے۔ اس بے جگری سے لڑے کہ جسم پر اسیؔ سے زیادہ زخم تھے۔

پہچانے نہ جاتے تھے۔ ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ کفار اپنے زعم میں سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم نے حضرت محمدؐ کو نعوذ باللہ موت کی نیند سلا دیا ہے۔

حضور اٹھے صحابہ آپ کے گرد اکٹھا ہو ئے اور ایک اونچی جگہ پر محفوظ درّہ میں پہنچ گئے۔ مکہ کے ایک کافر رئیس ابی بن خلف کی نظر جو آپ پر پڑی تو تلوار لہراتا یہ نعرہ بلند کرتا آگے بڑھا۔ اگر محمدؐ بچ گئے تو میں زندہ نہ رہوں گا۔ صحابہ نے روکنا چاہا تو حضور نے فرمایا اسے آنے دو۔ حضور نے نیزہ تھام کر اس پر ایک وار کیا۔ وہ زخم کھا کر چیختا چلاتا واپس ہوا۔ جب حضور کو وہاں دیکھا تو خالد بن ولید نے پھر پہاڑ پر چڑھ کر درّہ پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے مہاجرین کے ساتھ حضور کے حکم سے اس کا مقابلہ کیا اور اسے پسپا کر دیا۔

حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے پانی سے حضور کے زخم دھونا شروع کئے۔ آپ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ دو دندانے جو حضور کے رخسار میں پیوست ہو گئے تھے۔ ابو عبیدہؓ بن جراح نے اپنے دانتوں سے باری باری کھینچ کر باہر نکالے۔ چنانچہ اس تگ و دو میں ان کے بھی دو دانت شہید ہو گئے۔

جب مدینہ میں خبر پہنچی:۔

حضور کے متعلق یہ وحشت ناک خبر مدینہ میں بھی پہنچ گئی۔ وہاں سے مستورات اُحد کے میدان میں پہنچ گئیں۔ سیدہ حضرت فاطمۃؓ الزہرا بھی آئیں اور چٹائی جلا کر حضور کے خون کو خاک سے بند کیا۔

کفار کی بربریت:۔

اب مسلمان عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے لگیں۔ اور انہیں پانی پلانا شروع کیا۔ دوسری طرف مکہ کے کفار مسلمان شہیدوں کی نعشوں کے چلیے بگاڑ رہے تھے۔ انہوں نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ کر اس کے ہار بنا کر گلے میں پہنے۔ ہندہ ابو سفیان کی بیوی نے حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر چبانا چاہا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نعش کو میدانِ جنگ میں ڈھونڈتے تھے۔ لیکن ان کی یہ خواہش کیسے پوری ہو سکتی تھی۔ قرآن میں حضور کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔

ابوسفیان کی پکار:۔

اب ابوسفیان نے اونچی ٹیکری پر کھڑے ہو کر پوچھا کیا تم میں محمدؐ ہے۔ حضور نے فرمایا اس کو کوئی جواب نہ دو۔ وہ اس کے بعد پکارا۔ کیا ابو بکرؓ تم میں ہیں۔ حضور نے پھر جواب سے روک دیا۔ پھر عمرؓ کا پوچھا اس پر بھی حضور کا وہی ارشاد تھا کہ مت جواب دو۔ وہ سمجھا یہ تینوں شہید ہو گئے اور نعوذ باللہ اسلام ختم ہو گیا۔ تب اس نے نعرہ بلند کیا ھبل بُت کی جے۔ اب آپ نے فرمایا جواب دو۔ صحابہؓ نے عرض کی حضور

کیا کہیں فرمایا کہو اللہ سب سے زیادہ عزت کا مستحق ہے اور صاحبِ عظمت ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عزیٰ بُت ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے کہو ہمارا دوست اور آقا خدا ہے۔ اور وہ تمہارا مددگار نہیں۔ پھر کہنے لگا۔ آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ اور کہا میدانِ جنگ میں تم ایسی لاشیں دیکھو گے جن کے اعضاء کاٹے گئے ہیں۔ یہ میرے حکم سے نہیں ہوا لیکن مجھے بُرا بھی نہیں لگا اور آئندہ سال بدر کے میدان میں پھر ہمارا اور تمہارا مقابلہ ہوگا۔ ایک صحابی نے جواب دیا۔ بہت اچھا ہمیں منظور ہے۔

جب کفار واپس ہوئے :۔

اب کفار مکہ کو روانہ ہوگئے۔ حضور نے فرمایا دیکھو یہ مدینہ پر تو حملہ آور ہونا نہیں چاہتے۔ فرمایا اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوں تو ان کی نیت مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ہے۔ اور فرمایا اگر انہوں نے مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قسم ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ اور انہیں اس حملہ کا مزہ چکھا دیں گے۔ لیکن کفار نے اتنا ہی غنیمت جانا تھا کہ حضور زخمی ہو گئے اور کچھ مسلمان شہید ہوئے۔ وہ مکہ کو واپس ہو گئے۔ وہاں جا کر جب اپنی فتح کی ڈینگیں مارنے لگے تو کفار نے پوچھا کیا محمد رسول اللہ کو قتل کر آئے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے پوچھا ابوبکر قتل ہوئے ہیں۔ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا کیا عمرؓ کا سر قلم کیا۔ انہوں نے کہا نہیں اور حضرت عمرؓ نے ہی تو ابوسفیان کو کہا تھا ہم سب زندہ ہیں اور حضورؐ تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ اس پر ابوسفیان نے کہا تھا۔ پھر ہمارے آدمی نے جھوٹ بولا۔ جب کفار نے یہ سنا کہ ان میں سے ایک بھی قتل نہیں ہوا۔ تو انہوں نے کہا تم نے ان کی عورتوں کو لونڈی بنایا۔ ان کے مال و متاع پر قابض ہوئے۔ تم نے مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ جب ان سب باتوں کا نفی میں جواب ملا۔ تو انہوں نے کہا پھر جنگ کیا تم نے خاک جیتی۔

شہداء کی دیکھ بھال :۔

اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درّہ سے نیچے میدانِ جنگ میں اُترے۔ شہداء کی دیکھ بھال کی۔ ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ جن میں سے چھ مہاجر تھے۔ باقی سب انصاری تھے۔ قریش کے مقتولین کی تعداد ۲۳ تھی۔ حضور جب حضرت حمزہؓ کی لاش پر تشریف لائے۔ چاک پیٹ دیکھا تو دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ چہرہ سے غم اور غصہ کے آثار ہویدا تھے۔ فرمایا اسلام تمہیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ کفار کی لاشوں سے یہ سلوک کرو تم نیکی اور احسان کا طریق اختیار کرو۔ حضرت حمزہؓ کی بہن اور آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب بھی یہ وحشت ناک خبر سنکر مدینہ سے آ گئی تھیں۔ حضور نے ان کے صاحبزادہ زبیر کو کہا اپنی والدہ کو ماموں کی لاش نہ دکھانا۔ حضرت صفیہ کو پتہ چلا کہ حضور نے مجھے لاش پر جانے سے روکا ہے تو عرض کی۔

حضور آپ نے اس خیال سے روکا ہے کہ میں جزع فزع کروں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں ایسا نہ کروں گی۔ حضور نے اجازت دے دی۔ نعش پر آئیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور خاموش کھڑی ہو گئیں۔ حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کی نعش کا حلیہ بھی بگاڑ رکھا تھا۔ حضور ایک ایک نعش پر جاتے۔ دعا فرماتے۔ ان کا چہرہ دیکھتے۔ آپ کے چہرہ کے اتار چڑھاؤ سے غم و غصہ کا اظہار ہو رہا تھا۔

سعد بن ربیع انصاری کے آخری لمحات:۔

پھر آپ نے فرمایا میں نے جنگ کے دوران سعدؓ بن ربیع انصاری کو تلواروں اور نیزوں میں گھرا دیکھا تھا ان کا بھی پتہ کرو۔ صحابہ گئے۔ میدان جنگ میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ آوازیں بھی دیں لیکن آواز کا جواب نہ ملا۔ واپس لوٹے اور عرض کیا وہ نہیں ملے۔ کسی نے پوچھا کس طرح تلاش کی۔ انہوں نے بتلایا کہ آوازیں بھی دیں۔ اسی صحابی نے کہا جا کر یوں کہو اے سعد بن ربیع مجھے خدا کے رسول نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ انہوں نے جا کر اسی طرح لاشوں میں پھر کر آواز دی۔ اس پر انہوں نے ایک دھیمی سی آواز سنی۔ کون ہے میں یہاں ہوں۔ ابی بن کعب نے کہا مجھے خدا کے رسول نے تمہاری طرف بھیجا کہ تمہاری حالت کی اطلاع آپؐ کو دوں۔ سعدؓ بن ربیع انصاری موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ انہوں نے کہا۔ خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا یا رسول اللہ نبیوں کے متبعین کی قربانی کی وجہ سے جو ثواب نبیوں کو ملتا ہے۔ اللہ اس بارے میں آپ کی آنکھ سب سے زیادہ ٹھنڈی کرے۔ سبحان اللہ کیا عجیب تصور ہے۔ کہ یہ قربانی کی توفیق جو ہمیں ملی۔ یہ آپ کی عنایات سے ملی۔ اس کا ثواب اللہ آپ کو دے۔

اور پھر میری قوم سے کہنا۔ اے میری قوم محمدؐ رسول اللہ خدا کی ایک امانت تھی۔ جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اس امانت کی حفاظت کی۔ اب یہ امانت ہم تمہارے ہاتھوں میں دیئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو اگر اس امانت کو کوئی گزند پہنچ گیا تو قیامت کے دن خدا تمہارا کوئی جواب نہ سنے گا۔ اللہ اللہ! زمین و آسمان! اُحد کا پہاڑ اور اس کی وادی گواہ ہے۔ یہ لوگ امین تھے۔ انہوں نے عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ اللہ ان باوفا عشاق پر تا ابد اپنی رحمتیں نازل کرے۔

عَلم اسلام کے حامل مصعبؓ:۔

شہداء میں عَلم اسلام کے حامل مصعبؓ بن عمیر بھی تھے۔ یہ بھی شہید ہو گئے۔ مکہ میں بڑی خوشحالی زندگی گزاری تھی۔ بڑی ناز و نعمت میں پلے تھے۔ ان کو ان کے کمبل کا کفن اوڑھا گیا۔ کفن کی لمبائی ان کے قد سے کم تھی۔ سر کی طرف سرکاتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ حضور سے عرض کی تو فرمایا سر ڈھانک دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ امیر و کبیر صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کشائش کے زمانہ میں مصعب بن عمیر کا یہ

واقعہ یاد کر کے چشم پُر آب ہو جاتے اور فرماتے۔ انہوں نے اپنا سارا اجر خدا سے لیا۔ اور ہمارے ثمرات اس دنیا میں ہمیں ملنے لگے۔

پاؤں سے معذور عمرو بن جموح :-

شہداء میں ایک عمروؓ بن جموح بھی تھے جو پاؤں سے لنگڑے تھے۔ ان کے دو جوان بیٹے بھی اُحد میں شریک ہوئے تھے۔ مدینہ سے جب لشکر اسلامی روانہ ہونے لگا تو عمرو بن جموح نے اپنے لڑکوں سے کہا مجھے جنگ میں جانے دو۔ تمہارے لئے تو اور بہت سے مواقع ہوں گے۔ شائد میری عمر وفا نہ کرے اور مجھے پھر موقعہ نہ ملے۔ بیٹے یہ کہتے تھے وہاں صحت مند اور جوانوں کی ضرورت ہے۔ آپ معذور ہیں، اللہ نے آپکو مستثنیٰ کیا ہے۔ بالآخر یہ معاملہ نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے بیٹوں کو کہا اگر وہ بضد ہیں ان کی خواہش ہے تو جانے دو۔ ادھر عمروؓ بن جموح کو بھی سمجھایا۔ وہ کہنے لگا میں جنت میں اپنی بیساکھیوں سے پھدکتا پھروں گا۔ کسی نوجوان نے کہا تم میدانِ جنگ میں کیا کرو گے۔ جواب دیا تم نوجوان جنگ کی شدت میں اِدھر اُدھر بھی ہو جاؤ گے میں تو جہاں اڑ گیا ہلوں گا تھوڑا ہی۔ اب جب ان کی نعش ان کے ورثاء لاد کر اُحد سے لے جانے لگے۔ تو اونٹ مدینہ کی طرف چلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ حضور نے پوچھا تو جواب ملا۔ کہ حضور گھر سے چلتے وقت عمرو بن جموح نے دعا کی تھی کہ اے اللہ میں گھر لوٹ کر نہ آؤں۔ چنانچہ وہیں دفن کئے گئے

شہداء کی تکفین و تدفین :-

چونکہ پورے کپڑے میسر نہ تھے۔ اس لئے شہداء انہیں کے کپڑوں میں بغیر غسل دیئے دفن کئے گئے۔ شہید حق کو غسل کی کیا حاجت۔ حدیث میں آتا ہے شہید خدا کے حضور پیش ہوگا۔ اس کے زخم سے خون جاری ہوگا رنگ خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔ عموماً ایک کپڑے میں دو صحابیوں کو اکٹھا کفنا کر ایک قبر میں دفن کر دیا گیا۔ جس صحابی کو قرآن زیادہ آتا تھا اسے حضور کے ارشاد کے ماتحت قبر میں پہلے اتارا جاتا۔

ھند زوجہ عمرو بن جموح کا اخلاص و فدائیت :-

لاشوں کو دفن کرنے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کو روانہ ہوئے۔ مدینہ میں جس نے سنا۔ وہ اُحد کے میدان کی طرف دوڑا۔ راستہ میں عمرو بن جموح کی بیوی ہند ملی۔ اس نے کسی مسلمان سے پوچھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا تمہارے خاوند شہید ہو گئے ہیں۔ ہند نے پھر کہا میں نے حضور کا دریافت کیا ہے اس صحابی نے کہا تمہارے بھائی عبداللہ بھی شہید ہو گئے۔ اس نے پھر حضور کی خیریت جاننا چاہی۔ اسے پھر جواب ملا تمہارا بیٹا بھی شہید ہو گیا۔ لیکن وہ تو اس محبوب نورانی کا ستارہ ہم سے دیوانہ وار نکلی تھی جب اسے بتایا گیا کہ حضور بخیریت ہیں اور تشریف لا رہے ہیں تو اس نے کہا اگر آپ

بخیریت ہیں تو ہر مصیبت حقیر ہے۔

والدہ سعد بن معاذ :-

حضرت سعد بن معاذ رئیس اوس حضور کی سواری کی باگ پکڑے مدینہ آرہے تھے۔ ان کی بوڑھی والدہ حضور کی خیریت دریافت کرنے مدینہ سے نکل کر باہر کھڑی تھیں۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے کہا حضور میری والدہ حضور نے سعدؓ کے بھائی عمرؓو بن معاذ کی شہادت پر اس کی بوڑھی ماں سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ وہ بوڑھی عورت بولی یا رسول اللہ جب آپ سلامت ہیں تو ہمیں کیا غم ہے۔

اُحد کی پُرعظمت وادی :-

کتنی پُرعظمت ہے اُحد کی وادی اور اُحد کا پہاڑ اس کے دامن میں صحابہ نے خدا کی عظمت کے نعرے بلند کئے۔ اس وادی کے ذروں میں میرے آقا کے خون کے قطرے گرے۔ اور اس کے پتھروں کے سایہ میں میرے آقا کے زخم دھوئے گئے۔ تلاش کروں شاید کہیں کہیں وہ کڑیاں گری ہوں جو رخسار پاک میں پیوستہ ہوگئی تھیں۔ [illegible] اس میدان کو اس کے جاں نثار صحابہ نے اپنے خون سے سینچا۔ اُحد گواہ ہے کہ صحابہ نے جو عہد خدا اور اس کے برگزیدہ رسول سے کیا تھا اس کا حق ادا کر دیا۔

انس بن نضر کو اس دن اُحد کی جانب سے جنت کی خوشبو آئی تھی۔ میرے آقا (آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) کو جب خدا نے اختیار دیا کہ چاہو تو اس دنیا میں رہو۔ چاہو تو میرے پاس آجاؤ۔ اور میرے آقا نے آسمانی آقا کی رفاقت کو ترجیح دی تھی تو آپؐ اُحد کے میدان آئے شہداء سے اس طرح رخصت ہوئے جس طرح دنیا سے جانے والا اپنے عزیزوں سے رخصت ہوتا ہے۔ جب آپؐ کبھی اُحد کی طرف آتے تو فرماتے اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ ایک بار شہدائِ اُحد کی قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان کا میں شاہد ہوں۔

عزیزو! آج بھی اُحد پہاڑ کے دامن سے زخمی سعدؓ بن ربیع کے پیغام کی آواز آرہی ہے۔ آج بھی اُحد کی وادی انس بن نضر اور عمروؓ بن جموح کی وفا کی قسم کھاتی ہے۔ آج بھی اُحد پہاڑ صحابہ کے عہد کی عظمت اور وفاشعاری پر گواہ ہے۔ خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ پر جنہوں نے اُحد کی وادی میں وفا کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ اور خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی وفاشعار بنائے۔ اور عہد کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایمان کی علامات اور اُس کے تقاضے

گذشتہ سے پیوستہ

انشاء اللہ یہ مضمون جاری رہے گا وما توفیقی الا باللہ۔ اس مضمون کے مطالعہ کے وقت میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ اگر ہم قرآن مجید کے ارشادات پر عمل کریں۔ اسے سوچ کر پڑھیں۔ اس کے معانی کے سمندر میں غوطہ زنی کریں تو اس سے بہتر کوئی ہدایت نہیں۔ ہم اس کے ذریعہ اپنے اخلاق کو ایسا سنوار سکتے ہیں کہ ہم دنیا کے لئے نمونہ ہوں۔ اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ ایک مسلمان کے لئے قرآن کے سارے حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور کون ہے جو ان احکام پر کماحقہ عمل کرتا ہے۔ پھر اسے دوسروں پر کوئی فتوے لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیا نصیحت فرمائی ہے اس بارہ میں مامور زمانہ نے اس کا ایک ایک لفظ غور کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی ٹالتا ہے۔ وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ الخیر کلّہ فی القراٰن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ . . . . . میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی۔ اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی۔ تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغے کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۸، ۲۷ مطبوعہ نظارت اصلاح و ارشاد)

(۱۹)

مومن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔

یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ ط وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ
(سورہ آل عمران آیت ۱۱۵)

ترجمہ:۔ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخرت پر اور نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں اور نیکیوں کی طرف ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔

ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ نیکی کی تلقین کرتا رہے۔ اور جہاں بدی دیکھے اسے حکمت اور رسول کے فرمودات کے مطابق دُور کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس کا مطمح نظر یہ ہو۔ فاستبقوا الخیرات۔ نیکی میں مسابقت۔

(۲۰)

مومن سود نہیں کھاتا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً ص وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ (آل عمران آیت ۱۳۱)

ترجمہ:۔ اے ایماندارو! تم سود نہ کھاؤ اس کا یہ حال ہے کہ یہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور خدا کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو

جس معاشرہ میں سود کا دور دورہ ہو۔ وہاں بنی نوع انسان کی ہمدردی کا نقدان ہوگا۔ وہاں فرد کی محتاجی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے گا۔ وہاں دولت گردش میں نہ آئے گی۔ وہاں مالدار اور سرمایہ دار ضرورتمند کی ہڈیاں بھنبھوڑتا رہے کہ اس لئے اسلام نے سود لینے کو خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے مترادف قرار دیا پس مومن کو اس سے بچنے کی تلقین کی۔

(۲۱)

مومن مصائب میں گھبراتا نہیں خدائی وعدوں کا منتظر رہتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ (آل عمران آیت ۱۷۴)

ترجمہ۔ جب لوگوں نے مومنوں کو کہا کہ لوگ تمہارے بالمقابل اکٹھے ہوگئے ہیں۔ پس ان سے ڈر جاؤ۔ تو اس بات نے انہیں ایمان میں بڑھایا۔ اور انہوں نے کہا خدا کافی ہے اور بڑا اچھا کارساز ہے۔

جو خدا کی گود میں ہو اسے کاہے کا ڈر۔ جسے خدا کہے میں تیرے ساتھ ہوں اسے کس کا خوف۔ ایسا وقت تو خدائی وعدوں کے پورا کرنے کا ہوتا ہے۔

(۲۲)

مومن سرحدوں کی نگرانی کرتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران آیت ۲۰۱)

ترجمہ۔ اے ایماندارو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔ اور سرحدوں کی نگرانی کرو۔ اور خدا کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو

قومی اتحاد ایسا اتحاد کہ صفوں میں کوئی خلل اور شگاف نہ ہو۔ قومی ترقی کے لئے ضروری ہے رابطوا کے معنی سرحدوں کو مضبوط کرنا۔ ان کی نگرانی کرنا اور ربط پیدا کرنے کے ہیں۔ یعنی صفوں کے درمیان کوئی خلا نہ رہے۔

(۲۳)

مومن نماز کو سمجھ کر ادا کرتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء آیت ۴۴)

ترجمہ: اے ایمان والو تم نماز کے قریب سُکر کی حالت میں نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ تم جان لو تم کیا کہتے ہو سکاری کے معنی نشہ میں مدہوش ہونے کے ہیں۔ لیکن اگلے فقرہ نے واضح کردیا کہ وہ بھی سُکاری کے حکم میں داخل ہے۔ جسے علم نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ لہٰذا نماز کا ترجمہ آنا چاہیئے۔ تاکہ جو کہو اس کو سمجھ بھی رہے ہو۔

(۲۴)

مومن اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ حکام کی بھی اطاعت کرتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (النساء آیت ۶۰)

ترجمہ: اے ایماندارو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی اطاعت کرو۔ اور اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس کو خدا اور رسول کی طرف لاؤ۔

خدا اور رسول کی اطاعت کے بعد حکام کی اطاعت کا حکم ہے اور اپنے معاملات خدا اور اس کے رسول کے ارشادات کے تحت طے کریں۔

(۲۵)

مومن اپنی حفاظت کرتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا

(سورۃ النساء آیت ۷۲)

ترجمہ: اے ایماندارو! خواہ چھوٹی جماعت کی صورت میں نکلو یا بڑی جماعتوں کی صورت میں اپنی حفاظت کا سامان تیار رکھو۔

مومن غافل نہیں ہوتا۔ حدیث میں آیا۔ مومن کی فراست سے ڈرو وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن

صلح اور آشتی کا خواہاں ہوتا ہے۔ لیکن اپنی حفاظت اور بچاؤ سے کبھی غافل نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی صحابہ نے خطرہ محسوس کیا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ تیار پایا۔ بلکہ ایک موقعہ پر ابھی صحابہ شور سنکر گھروں سے ہی نکل پاتے تھے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر پتہ کرکے واپس تشریف لا رہے تھے۔

(۲۶)

مومن کی صلاحیتیں اچھے کاموں کے لئے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ (النساء آیت ۷۷)

ترجمہ: وہ لوگ جو مومن ہیں وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

یہاں کافر اور مومن میں ایک فرق قائم کیا۔ مومن کی صلاحیتیں اچھے کاموں کے لئے وقف ہوتی ہیں جبکہ کافر کی صلاحیتیں بُرے کاموں میں صرف ہوتی ہیں۔

(۲۷)

مومن کسی مومن کو قتل نہیں کرتا۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا (النساء آیت ۹۳)

ترجمہ۔ اور مومن کی یہ شان نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے سوائے اس کے کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔

اسلام نے مسلمان کی عزت، مال، جان کو خانہ کعبہ کی طرح قابل احترام قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ...... میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔ اسلامی مثالی معاشرہ وہ ہے جہاں امن اور سلامتی کا دور دورہ ہو۔ جہاں ہر شخص کی جان و مال اور عزت محفوظ ہو۔ لیکن افسوس اسلام کے اس حکم کی مٹی پلید کرنے کے لئے ایک یہ نعرہ وضع کیا گیا ہے کہ فلاں شخص مسلمان نہیں ہے۔

حالانکہ قرآن کا یہ ارشاد ہے کہ لڑائی کے دوران بھی اگر کوئی اپنے اسلام کا اظہار کسی ذریعہ سے کر دے تو اپنے ہاتھ کو روک لو۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ایک شخص نے لڑائی میں مجھ پر وار کیا۔ میں نے اس کا وار روک لیا اور جب میں نے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے ایک درخت کی اوٹ لے لی اور یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ فرمایا اگر تو نے اسے اب قتل کر دیا تو تو اس کی جگہ ہوگا اور وہ تمہاری جگہ۔ اس لئے کسی کے اسلام کے اظہار کے بعد کسی کو اس پر کفر کا فتوے لگانے کا حق شریعت نے نہیں دیا۔ حتیٰ کہ اس کی بھی صراحت ہے کہ یہ مت کہو کہ یہ زبان سے تو یہ کہتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں کچھ اور ہے۔ ایسے شخص کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ھَلْ شَقَقْتَ قَلْبَہٗ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے۔

(۲۸)

مومن کفر کے فتوی میں جلد بازی نہیں کرتا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء آیت ۹۵)

ترجمہ۔ اے مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو چھان بین کر لیا کرو۔ اور جو تمہیں سلام کہے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔

اللہ! اللہ!! اس آیت میں السلام علیکم کہنے والے کو بھی غیر مسلم کہنے سے منع کیا بلکہ غیر مومن بھی نہ کہو ہو سکتا ہے ایک مسلم ہو لیکن مومن نہ ہو۔ مسند ابی حنیفہ میں ایک حدیث ہے کہ ایک عورت ابن مسعود کی بکریاں چراتی تھی اور عقل کی کچھ ایسی ویسی تھی۔ حضرت مسعودؓ نے ایک دن اسے تھپڑ مارا۔ حضورؐ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تو ابن مسعودؓ نے کہا اس کو کوئی سمجھ نہیں۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا خدا کہاں ہے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ مسلمان ہے اسے آزاد کر دو۔ تحمل اور جوش میں ہوش کو برقرار رکھنا زیرکی اور دینداری کی علامت ہے۔

(۲۹)

مومن انصاف پر قائم رہتا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی

اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (النساء آیت ۱۳۶)

ترجمہ۔ اے ایماندارو! تم پوری طرح انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ خواہ تمہاری یہ گواہی تمہارے نفسوں یا ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو۔

بے انصافی معاشرہ میں بے چینی اور بداخلاقی پیدا کرتی ہے جس معاشرہ میں انصاف نہیں وہاں ایک دوسرے کے حقوق تلف کئے جائیں گے۔ ایک دفعہ ایبٹ آباد جاتے ہوئے موٹر میں مجھے پیر ناجی شریف کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت انہوں نے ان سے ہونے والی بعض ناانصافیوں کا ذکر کیا۔ اور مجھے آج تک یاد ہے اس کا ان کی طبیعت پر کیا اثر تھا۔ وہ معاشرہ اسلامی کہلانے کا مستحق ہے۔ جہاں ایک غریب سے غریب فرد اس بارہ میں مطمئن ہو کہ مجھ سے انصاف ہوگا۔ اور جہاں عدل کا ترازو تھامنے والا یہ عہد کر کے بیٹھا ہو کہ کسی کی دوستی اور کسی کی دشمنی میرے اور عدل کے درمیان حائل نہیں ہوسکتی۔

(۳۰)

مومن رسولوں میں تفریق نہیں کرتا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔
(سورۃ النساء آیت ۱۵۴)

ترجمہ۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے ان رسولوں میں تفریق نہیں کی

مسلمانوں کو سب انبیاء پر ایمان لانے کا حکم ہے اس لئے کہ وہ سب خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ ان پر ایمان خدا کی منشاء کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ ایک مسلمان اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ تو وہ موسےٰ کو خدا کا نبی اور عیسیٰ کو بھی خدا کا پیغمبر تسلیم کرتا ہے۔ تمام مذاہب کے پیشوا کی تعلیم اور ان پر ایمان مسلمان کا فرض ہے اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم ان کی مبدّل محرّف شریعتوں پر بھی کماحقہ ایمان لائیں۔ یہ شرف صرف شریعتِ اسلامیہ کو حاصل ہے کہ وہ محفوظ ہے۔ اس کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا۔ اور ابدالآباد تک کے لئے یہ شریعت ہے۔ پہلی شریعتیں اپنے وقت پر خدا کی

طرف سے نازل ہوئیں لیکن وہ چونکہ دائمی نہیں تھیں اور عالمگیر نہ تھیں اس لئے وہ من وعن محفوظ بھی نہ رکھی گئیں۔

(۳۱)

مومن عہد واقرار کو پورا کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (المائدہ آیت ۱)

ترجمہ۔ اے ایماندارو! اپنے اقراروں کو پورا کرو۔

ایفائے عہد اور اقرار کو پورا کرنے کی قرآن مجید میں کئی جگہ تاکید آئی ہے۔ فرد ہو یا قوم ان کے لئے ضروری خُلق ہے کہ وہ عہد و اقرار کا پکا ہو۔ اور عہد زبانی ہو یا تحریری اس کا نبھانا ضروری ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اُمّ ہانی ایک عورت نے بعض کفار کو امان دی تھی۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا اُم ہانی تم نے جس کو پناہ دی۔ ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔ اسلامی تعلیم ایسی ہے کہ ادنیٰ سے ادنےٰ آدمی بھی اگر کوئی اقرار کرلیتا ہے تو مسلم قوم اسے پورا کرے گی۔ شریف مرجاتا ہے۔ لیکن اپنے اقرار عہد کو نبھاتا ہے۔ امام ترمذی نے ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے۔ باب ماجاء فی حسن العھد اس کے نیچے حدیث لاتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کو تحائف بھیجا کرتے تھے۔ بس ہر اقرار اور عہد نبھانا ہے۔ اور قرآن کہتا ہے قیامت کے دن یہ پوچھا جائے گا کہ عہد نبھایا یا نہیں۔

(۳۲)

مومن شعائر اللہ کی بے حرمتی نہیں کرتا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَرَامَ
وَلَا الۡهَدۡیَ وَلَا الۡقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ یَبۡتَغُوۡنَ
فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا (المائدہ آیت ۲)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ کے نشانوں کی بے حرمتی مت کرو۔ اور نہ حرمت والے مہینہ کی نہ

بیت اللہ کی طرف جانے والے قربانی کے جانور کی اور نہ ایسے جانوروں کی جن کے گلوں میں قربانی کے نشان کے طور پر ہار پہنائے ہوں اور نہ خانۂ کعبہ کا قصد کرنے والوں کی کہ جو اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے متلاشی ہوتے ہیں۔

وہ افراد یا مقام جن کے ذریعہ خدا نمائی ہو ان کی عزت و احترام ایمان کا حصہ ہے۔ ان کی عبادت اسلام میں منع ہے۔ ان کی تعظیم اس لئے مومن کرتا ہے کہ ان کے ذریعہ اسے خدا کی راہ ملی۔ ان پر خدا ظاہر ہوا۔ ہم حجر اسود، صفا مروہ کی عبادت نہیں کرتے لیکن ان سے محبت ضرور کرتے ہیں۔ دیکھئے کیسا محبت بھرا فقرہ حضرت ابوبکرؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا۔ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ. وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ. جو محمد کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ زندہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہو گا۔ اور یہ فقرہ اس وقت کہا تھا جب نعش مبارک کے چہرہ سے چادر اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دے چکے تھے۔

(۳۳)

مومن زیادتی کرنیوالوں سے بھی زیادتی نہیں کرتا۔

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا. (المائدۃ آیت ۳)

ترجمہ۔ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اس لئے تم زیادتی کرو۔

اسلام میں برائی کو دور کرنے کا حکم تو ضرور ہے لیکن احسن طریق سے مناسب طریق سے۔ لیکن برائی کرنے والوں سے زیادتی کرنے والوں سے زیادتی کی اجازت نہیں۔ جن قوموں کے ذمہ نوع انسان کے اخلاق کی تربیت ہو۔ انہیں دوسروں سے کہیں زیادہ پھونک پھونک کر قدم اٹھانے اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے یہ کہانی کئی بار سنی ہے کہ ایک بوڑھے شخص کو کتے نے کاٹ لیا۔ اس کی چھوٹی بچی نے باپ کا خون بہتے دیکھا تو پوچھا ابا یہ کیا ہوا؟ باپ نے بتلایا جان پدر کتے نے کاٹ کھایا۔ بچی نے اپنی معصومیت میں کہا ابا! پھر آپ نے کیوں نہ اسے کاٹا۔ باپ نے جواب دیا۔ نورِ نظر! اگر میں بھی اسے کاٹتا تو کتا ہوتا۔

پس انسان بننے کے لئے کئی زخم برداشت کرنے ہوں گے۔

(۳۴)

زیادتی میں تعاون نہ کرو نیکی پر کرو

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (المائدہ آیت ۳)

مسلمانو! نیکی اور تقوے کے کاموں میں تعاون کرو۔ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ اور اللہ کا تقوے اختیار کرو۔

امتِ مسلمہ کو دنیا میں پیدا ہی نیکی کی ترویج کے لئے کیا گیا ہے۔ وہ زیادتی اور گناہ پر تعاون نہیں کرتا۔ وہ زیادتی اور گناہ کی اشاعت اور ترویج میں کسی کا مدد نہیں بن سکتا۔ خدا اور اس کے رسول نے ہمارے اخلاق کی اصلاح اور تربیت کے لئے کیا زرّیں ہدایات ہمیں دیں۔ اے کاش ہم ان سے راہنمائی حاصل کریں۔

(۳۵)

مومنو! خدا کی محبّت کے خواہاں ہو تو انصاف کرو

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔

(المائدہ آیت ۹)

ترجمہ:- اے ایماندارو! تم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں انصاف کرنے سے نہ روکے۔ انصاف کرو یہ تقوے کے زیادہ قریب ہے۔ اور خدا کا تقوے اختیار کرو

بے انصاف متقی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ زبان سے ایمان کا بھی دعوٰے کرتا ہے۔ تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ بے انصاف کو خدا کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ دل پاک نہیں ہو سکتا۔ گناہ سے بچ نہیں سکتا یہی تقوے کا مفہوم ہے۔ (ابن احمد)

حسنِ سلوک کے بارے میں

اسلامی تعلیم

از ایڈیٹر

قرآن پاک کی سورۂ ماعون میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان نمازیوں کے لئے ویل ہے اَلَّذِیْنَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ جو چھوٹی چھوٹی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں لوگوں سے روکتے ہیں اور ان کو نہیں دیتے، گھر میں تراد ہے، سیڑھی ہے، کلہاڑی ہے، ہنڈیا ہے، دال پیسنے کے لئے چکی ہے، پرانے لوگ گھروں میں یہ چیزیں رکھتے تھے۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ کہتا فلاں کے گھر سے لے آؤ۔ وہ بخت آور گھرانہ ہے۔ اور ماعون کے معنے بارش اور پانی کے بھی ہیں۔ بعض علاقوں میں پانی کھارا ہوتا ہے۔ بھلے لوگ میٹھے پانی کے گھڑے بھروا کر مسافروں کے لئے، لوگوں کے لئے رکھوا دیتے تھے۔ نمازی ہو لیکن اس کا وجود فیض رساں نہ ہو۔ قرآن کریم کی یہ آیات ایسے نمازی کے لئے انتہا کا حکم رکھتی ہیں۔ ویل کے لفظی معنے ہلاکت کے ہیں۔ مفسرین نے جہنم کے کنویں یا اس کی وادی کا نام بھی ویل بیان کیا ہے۔

قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الدّین النصیحة دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ نے عرض کی کس کی خیر خواہی۔ فرمایا اللہ کی، رسول کی، اور عام مسلمانوں کی۔ اسلام کی خیر خواہی اور حسنِ سلوک کا دائرہ عمل صرف مسلمانوں تک نہیں ہے۔ مسلمان تو خلیفۃ اللہ ہے فرمایا ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ جس طرح ہمارے خدا کی رزاقیت، رحمانیت، رحیمیت کا دائرہ ہر فرد بشر تک وسیع ہے۔ اسی طرح خدا کے خلیفہ انسان بالخصوص مسلمان کا دائرہ عمل ہر مخلوق تک وسیع ہے۔ میں نے اوپر جو آیت نقل کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانو ہم نے زمین میں تم کو اپنا خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ زمین کی وارث اور حاکم وہی قوم رہ سکتی ہے۔ جو فیض رساں ہو مردم آزار نہ ہو فرمایا

اَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ

نافع الناس باقی رہتا ہے اور جھاگ ختم ہو جاتی ہے۔

مدبر اسلام امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا تھا۔ نیل کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوک سے مرجاتا ہے تو عمر سمجھتا ہے وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ عمر فاروق نے ایک غیر مسلم کو مانگتے دیکھا وجہ پوچھی تو اُس نے عرض کی میرے ذمہ جزیہ کا ٹیکس ہے۔ میں اب کما نہیں سکتا۔ آپ نے مسلمان عامل کو لکھا اس کے لئے روزینہ مقرر کرو۔ اس کی جوانی سے تم نے فائدہ اٹھایا۔ اب بڑھاپے میں اس کو در بدر کی ٹھوکریں نہیں کھانی چاہئیں۔

میں نے یہ عذر کہیں پڑھا کہ کفار تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُس سے بدتر۔ میں یہاں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ ان کو انعام یعنی چوپایوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی لیکن مجھے یہ ضرور عرض کرنا ہے کہ اس سے یہ استدلال درست نہیں کہ ان کا کھانا پانی بند کر دو۔ کیا اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ چارپایوں کو کھانے کے لئے کچھ نہ دو۔ اور ان سے کام ڈنڈے سے لیتے رہو۔ سنیئے رحمۃ للعالمین کی رحمت کا ایک واقعہ حضورؐ ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کا اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلایا۔ حضورؐ نے مالک سے کہا بھئی تمہارے اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے۔ اسے چارہ وقت پر دو اور اس سے اتنا ہی کام لو جتنا اس کی طاقت ہے۔ اگر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کے منہ پر تھپیڑ مارنے سے منع فرمایا ہے تو جانور کے منہ پر داغ دینے سے بھی منع کیا ہے۔

یہ بھی بعض دفعہ سننے میں آیا کہ کفار کا مال حلال ہے۔ اور جب کھانا ہی مقصد ٹھہرا تو کوئی غیر مسلم بھی ٹھہرا لیا۔ تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کے ایک علاقہ سے ابو عبیدہؓ بن جراح کو عارضی طور پر اپنی فوجیں پیچھے ہٹانا پڑیں تو مسلمانوں نے ان سے لیا ہوا جزیہ واپس کر دیا۔ کہ یہ ہم نے تمہاری حفاظت کی وجہ سے لیا تھا۔ اب جب ہم اس فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ تو یہ تمہیں واپس کرتے ہیں۔ جانتے ہو اس سلوک کا پھر کیا نتیجہ نکلا تھا۔ عیسائیوں نے تورات ہاتھ میں لے کر سوگند کھائی تھی کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہرقل کی فوجوں سے لڑیں گے۔ اور انہیں حمص میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

میرے رحیم وکریم آقائے مدنی کا ارشاد ہے۔

اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ

اے مسلمانو! زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو۔ خدائے ذوالعرش تم پر رحم کرے گا۔ اب من فی الارض میں ہر فرد بشر شامل ہے۔ اور کیا یہ تاریخ اسلام میں محفوظ نہیں کہ میرے آقا کو دکھ دینے والے کفار قریش آپ کا بائیکاٹ کرنے والے اہل مکہ جب قحط میں مبتلا ہوئے تو حضور نے ان سے قحط کے دور ہونے کے لئے خدائے ذوالعرش سے دعا کی۔

مسلمانوں کو قرآن میں کہا ہے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہتر امت ہو کہ لوگوں کے فائدہ کے لئے تمہیں خدا نے کھڑا کیا ہے۔ حدیث میں آیا لیس المومن الذی یشبع و جارہ جائع الیٰ جنبہ۔ وہ مومن ہی نہیں جو خود سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اس کا مسلمان پڑوسی بھوکا ہو۔ دوسری حدیث ہے وہ مسلم نہیں جس کا پڑوسی اس کی ہلاکتوں سے محفوظ نہیں پس پڑوسی کو ایذا پہنچائی تو ہم مسلمان نہیں۔ ہم نے کھا لیا اور وہ بھوکا رہا۔ تو ہم خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں۔

پس اے انصار اسلام کے دامن رحمت کو غیر مسلموں کے لئے بھی وسیع کرو! دنیا کو آج یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام کا خدا رب العالمین ہے۔ اس کا رسول رحمۃٌ للعالمین ہے۔ اور اس کی امت نے اس کی رحمت سے حصہ پاکر اس کی تعلیم و ہدایت کی روشنی میں اپنے کندھے ہر یتیم و بےکس نادار و محتاج کا بار اٹھانے کے لئے جھکا دیئے ہیں۔ خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ انسان ہو یا جانور۔

ہم جائدادیں اور زمینیں خریدنے کے واسطے نہیں آئے

"ایک شخص نے ایک جائداد کے متعلق جو فروخت ہونے والی ہے کہا کہ آپ اس کو خرید لیں۔ ایسا نہ ہو کہ فلاں سکھ یا کوئی اور خرید لے۔

فرمایا:

ہمیں ان باتوں سے کیا غرض ہم جائدادیں اور زمینیں خریدنے کے واسطے نہیں آئے ہم کو کیا سکھ خریدے یا کوئی اور خریدے ہمیشہ اس شعر کو یاد رکھا جائے۔ ؎

خواجہ در بند نقش ایوان است ❊ خانہ از پائے بست ویران است

ہم سے دو شغل نہیں ہو سکتے۔ یہی خدمت جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد کی ہے پورے طور پر ادا ہو جائے تو کافی ہے۔ اس کے سوا ہمیں اور کسی کام کے لئے فرصت ہے نہ ضرورت۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

انصار اللہ کے فرائض

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے انصار اللہ کے فرائض کے متعلق فرمایا ہے:۔

"ان سے وہی کام لیا جائے گا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا گیا۔ یعنی کچھ تو اس بات پر مقرر کئے جائیں کہ وہ لوگوں کو قرآن شریف پڑھائیں کچھ اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں اور کچھ یُزَکِّیْھِمْ کے دوسرے معنوں کے مطابق اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کی دنیوی ترقی کی تدابیر عمل میں لائیں" (راہِ ہُدیٰ صفحہ)

پس اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی توفیق کے ساتھ ان دینی اور تربیتی امور کو ہم نے سرانجام دینا ہے۔ تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ دین کا نام دنیا میں بلند ہو۔ اس کے لئے مالی قربانی کی بھی ضرورت ہے۔ تا یہ بابرکت کام پورا ہو سکے۔ وباللہ التوفیق

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ماہانہ رپورٹ کارگزاری انصار اللہ

انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹ کارگزاری باقاعدگی کے ساتھ مرکز میں بھجوانی بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر مرکز کو انصار اللہ کے بارے میں مجالس کی مساعی کا علم نہیں ہو سکتا۔ جو مجالس ایسا نہیں کرتیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ مستقل طور پر ایسا انتظام کریں کہ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ بروقت ان کی رپورٹیں مرکز میں پہنچتی رہیں۔ ماہ اگست کی رپورٹیں زیادہ سے زیادہ ۱۰ ستمبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اگر آپ نے اس وقت تک ماہ ظہور / اگست کی رپورٹ نہیں بھجوائی تو جلد بھجوادیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

رسالہ انصاراللہ بہت مفید کام کر رہا ہے

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالی عنہ)

''میں اس جگہ ''رسالہ انصاراللہ'' کے متعلق بھی کچھ کہنا چاھتا ھوں - یہ رسالہ خدا کے فضل سے بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا جاتا اور ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلاء پیدا کرنے اور روح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ھیں - پس انصاراللہ کو چاھئیے کہ اس رسالہ کو ھر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں - اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع کریں اور اس کیلئے مختلف علمی موضوع پر اچھے مضامین لکھ کر بھجوائیں - تا کہ اس کی افادیت میں ترقی ھو اور جماعت میں اسکے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی جائے - ابھی تک میں نے محسوس کیا ہے - رسالہ انصاراللہ میں لکھنے والے انصاراللہ میں سے کم لوگ نظر آتے ھیں اس کمی کو ضرور خاص توجہ دیکر پورا کرنا چاھئیے اور بڑے شہر اور ھر ضلع سے اس رسالہ کیلئے مفید مضامین آنے چاھئیں یہ سلسلہ تحریر کی مشق کرانے کیلئے بہت مفید ھو گا اور رسالے کے مضامین میں زیادہ سے زیادہ تنوع اور وسعت پیدا ھونے سے اس کی دلچسپی بھی بڑھتی جائیگی اور رسالے میں ایک نئی زندگی پیدا ھو جائیگی''

(ماھنامہ انصاراللہ نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۶)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ھؤا -